قرآن کی نظر میں اتحاد اسلامی کی اہمیت

(تحقیقی مطالعہ)

ام لیلیٰ

خلاصہ

اسلام دنیا بھر کے لوگوں کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص اتحاد و وحدت کی دعوت دیتا ہے۔ مل جل کر رہنا اور ایک دوسرے کے کام آنا اسلام میں پسندیدہ اعمال ہیں۔ انتشار، فرقہ بندی اور منافرت جیسی بری صفات کو اسلام نے ناپسند کیا ہے۔ اس مقالہ کا موضوع "قرآن میں اتحاد اسلامی کی اہمیت" ہے اس میں، میں نے مفاہیم شناسی کے بعد موضوع کی ضرورت واہمیت اور قرآن کی نظر میں اتحاد اسلامی کی اہمیت کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسلام دین وحدت ہے اسلام کا بنیادی ماخذ قرآن وحدت کو بہت اہمیت دیتا ہے اس کے مطابق اتحاد ایک حکمت عملی کے علاوہ شرعی ضرورت بھی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ متحد ہونے کی صورت میں دنیا کی کوئی طاقت مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکی۔ امت مسلمہ میں انتشار اور فرقہ واریت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو سخت ناپسند ہے اتحاد سے مراد یہ نہیں کہ اسلامی مذاہب میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لیا بلکہ مختلف مذاہب کے اختلاف کے ساتھ تمام مسلمان دشمن کے مقابلے میں متحد ہونے چاہیں کیونکہ ہمارا دین اسلام ہمیں اسی کی دعوت دیتا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دین مبین اسلام کو سمجھنے اور س پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

اہم الفاظ: اتحاد، عقیدہ، مذاہب، فرقہ واریت

مقدمہ

اسلام ایک دین وحدت ہے اسلام کا بنیادی ماخذ قرآن وحدت کو بہت اہمیت دیتا ہے اس کے مطابق اتحاد ایک حکمت عملی کے علاوہ شرعی ضرورت بھی ہے تاریخ گواہ ہے کہ متحد ہونے کی صورت میں دنیا کی کوئی طاقت مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکی امت مسلمہ میں انتشار اور فرقہ واریت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو سخت ناپسندیدہ ہے اتحاد سے مراد یہ نہیں کہ اسلامی مذاہب میں سے کسی ایک کا

انتخاب کر لیا بلکہ مختلف مذاہب کے اختلاف کے ساتھ تمام مسلمان دشمن کے مقابلے میں متحد ہونے چاہیں کیونکہ ہمارا دین اسلام ہمیں اسی کی دعوت دیتا ہے۔

اتحاد کا لغوی معنی

اتحاد کا مادہ و،ح،د سے ہے جس کا معنی دوستی، یگانگت ہوتا ہے۔ [1]

اتحاد کا اصطلاحی معنی:

اتحاد کا معنی وحدت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اس سے مراد مختلف اقوام و قبیلہ کی یکتائی مراد لی جاتی ہے۔ [2]

قرآن کا لغوی معنی

اہل لغت نے قرآن کے معنٰی یوں بیان کیے ہیں:

یہ لفظ قرء کے لفظ سے "پڑھنے" کے معنی میں ہے۔ ہمزہ اصل میں واؤ تھا اور مادہ قرو سے اکھٹا کرنے کے معنی میں ہے کیونکہ قاری تلاوت کرتے ہوئے الفاظ اور حروف کو اکٹھا کرتا ہے۔ راغب اصفہانی نے کہا ہے لفظ قرآن مصدر ہے جیسے غفران، رحجان اور کفران وغیرہ [3]

قرآن کا اصطلاحی معنی

قرآن کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ وہ کتاب جو حضرت محمدؐ پر نازل کی گئی اور قرآن پاک چونکہ تمام کتب سماویہ کے ثمرہ کو اپنے اندر جمع کیے ہوئے ہے بلکہ تمام علوم کے ما حصل کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے اس لیے اس کا نام قرآن پاک رکھا گیا ہے [4] جیسا کہ قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَ تَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ [5]

اور ہر چیز کی تفصیل کرنے والا۔

---

[1]۔ المصری، محمد بن مکرم، لسان العرب، ناشر لبنان: بیروت، موسسۃ الاعلمی، چ، اول، ج، ۴، ص ۴۲۳۴

[2]۔ راغب اصفہانی، المفردات قرآن، ناشر، پاکستان، مصباح القرآن ٹرسٹ۔ ج ۲

[3]۔ محمد حسین بن محمد راغب اصفہانی، ج ۴، ص ۱۱۸۔

[4]۔ محمد حسین راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ج، ۲، ص ۲۸۱۔

[5]۔ یوسف/۱۱۱۔

موضوع کی ضرورت واہمیت:

دین مبین اسلام میں اتحاد اسلامی کو بہت اہمیت دی گئی ہے اور خدائے یکتا نے لڑائی اور فساد جیسی چیزوں کی شدید مذمت کی ہے حتی کہ اس کو اقوام کے زوال کا پیش خیمہ قرار دیا ہے، اتحاد واجتماعیت دین اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے اسی اتحاد واجتمایت کو ثابت کرنے کے لیے عبادت میں بھی اجتماعیت کو شرعی حیثیت دی گئی ہے۔ خداوند متعال نے امت مسلمہ کو احکامات دینی میں جماعت کے ساتھ مخاطب کیا ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہم سب ایک امت ہیں جو ایک جسم کی طرح ہیں۔ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا

> الْمُؤْمِنُونَ فِي تَبَارِّهِمْ وَ تَرَاحُمِهِمْ وَ تَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى تَدَاعَى لَهُ سَائِرُهُ بِالسَّهَرِ وَ الْحُمَّى.[1]

> اِیمان والوں کی آپس کی محبت، رحم دِلی اور شفقت کی مثال ایک اِنسانی جسم جیسی ہے کہ اَگر جسم کا کوئی حصہ تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے تو (وہ تکلیف صرف اُسی حصہ میں منحصر نہیں رہتی، بلکہ اُس سے) پورا جسم متاثر ہوتا ہے، پورا جسم جاگتا ہے اور تکلیف وبے خوابی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

یہ اور اس طرح کی کئی اور احادیث روایات اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلام میں وحدت ویگانگت کو بہت اہمیت حاصل ہے مگر آج کل کے دور میں طاغوتی طاقتوں کی بناء پر دین اسلام کی اسی وحدت و یگانگت کو متاثر کرنے کی کافی حد تک کامیاب کوشش کی جارہی ہے اس لیے ضروری ہے امت مسلمہ کی واحد کتاب قرآن مجید سے اتحاد کی اہمیت کو واضح کیا جائے تاکہ لوگ اتحاد سے زندگی گزاریں اور تفرقہ سے بچنے کی کوشش کریں امید ہے کہ یہ تحقیق اس کام کے لیے موثر ثابت ہوگی۔ ذیل میں میں نے اتحاد اسلامی کو قرآن کی نظر میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

---

[1]۔ کوفی اہوازی، حسین بن سعید، مومن کیست؟ وظیفہ اش چیست؟/، ص۳۹، مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی،، بحار الاانوار، ج۷۷، ص۶۷، حکیمی، محمد رضا و حکیمی، محمد و حکیمی، علی، الحیاۃ/ ترجمہ احمد آرام، ج۳، ص۶۵، پاینده، ابو القاسم، نہج الفصاحۃ (مجموعہ کلمات قصار حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ) ص۸۸۔

قرآن کی روشنی میں اتحاد اسلامی کی اہمیت:

اسلام کے بنیادی ماخذ یعنی قرآن میں مسلمانوں کے اتحاد پر بہت زور دیا گیا ہے قرآن کی نگاہ میں اتحاد و وحدت کے بغیر معاشرتی ترقی کا کوئی تصور نہیں ملتا انسانی تکامل اور ترقی کا دار و مدار اسی پر ہے۔ اسلام واحد وہ دین ہے جو معاشرتی و اجتماعی مسائل کو بہت اہمیت دیتا ہے اور مسلمانوں کو گوشہ نشینی کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلامی نظام اجتماعی مسلمانوں کو، ایک دوسرے سے مربوط رہنے کی تلقین کرتا ہے ایک دوسرے کا خیال رکھنا دکھ درد بانٹنا یہ اس نظام اجتماعی کا بنیادی فلسفہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں متعدد مقامات پر اتحاد کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۖ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ [1]

اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں نزاع نہ کرو ورنہ ناکام رہو گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر سے کام لو، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

تفسیر:

اس آیت میں یہ ہی حکم موجود ہے کہ پراکندگی اور نزاع اور اختلاف سے پرہیز کرو (وَلاَ تَنَازَعُواْ) کیونکہ دشمن کے سامنے مجاہدین کے مابین کشمکش نزاع اور اختلاف کا پہلا اثر جنگ میں سستی و ناتوانی اور کمزوری ہے (فَتَفْشَلُواْ) اور اس کمزوری کے نتیجے میں تمہاری طاقت، قوت، ہیبت اور عظمت ختم ہو جائے گی (وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ) ریح کا معنی ہوا ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ اگر ایک دوسرے سے جھگڑو گے تو سست اور کمزور ہو جاوگے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی یہ اس معنی کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ قوت و عظمت اور امور تمہاری مرضی کے مطابق جاری نہیں رہیں گے چونکہ موافق ہواؤں کے چلنے کی وجہ سے کشتیاں منزل مقصود کی طرف چلتی رہتیں ہیں۔ [2]

[1]۔ انفال ۴۶

[2]۔ شیرازی، ناصر مکارم، تفسیر نمونہ، مترجم: سید صفدر حسین نجفی، ناشر: پاکستان، مصباح القرآن ٹرسٹ، ج، ۴، ص ۴۶۲

تجزیہ:

اس آیت میں اتحاد کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے اور اس کو واضح کرنے کے لیے ہوا اور کشتیوں کی تعبیر استعمال کی گئی ہے یعنی یہ ایک عقلی تقاضا اور تسلیم شدہ امر ہے کہ اگر ہوا موافق ہو تو ہی کشتیاں بہ آسانی اپنی منزل مقصود کی طرف جا سکتیں ہیں اگر ہوا موافق نہ ہو تو کشتیاں جو کہ ایک بے جان اور مادی چیز ہیں وہ بھی نہیں چل سکتیں حالانکہ یہ عام طور پر ایک تکوینی نظام کے تحت ہے مگر پھر بھی دونوں کا موافق ہونا بہت ضروری ہے۔ انسان جو ایک جیتی جاگتی اور اجتماعی معاشرے میں رہنے والی مخلوق ہے جو کہ ایک سماجی حیوان ہے وہ کیسے اتحاد کے بغیر ترقی کر سکتا ہے؟؟ یعنی خدا لم یزل نے اپنے تکوینی نظام میں بے شمار اتحاد و یگانت کی مثالیں خلق کیں ہیں جن سے ہمیں درس ملتا ہے۔

آیت نمبر دو:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ [1]

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت گیر اور آپس میں مہربان ہیں

اس آیت میں رسول ﷺ کے ساتھیوں کی خصوصیات یہ بتائیں گئیں ہیں کہ وہ آپس میں نرم ہوتے ہیں اب اس آیت میں نرم ہونے سے مراد یعنی ایک دوسرے سے خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں اسی بارے میں امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں:

تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپس میں تعلق جوڑنے میں ایک دوسرے پر مہربانی کرنے میں اور ضرورت مندوں کی ضرورتوں کے پورا کرنے میں بھی بھرپور کوشش کریں اور اس طرح ہو جائیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کہ وہ آپس میں رحیم ہیں جب مومنین نہ ہوں تو تم ان کے پس پشت ان کو فائدہ دینے والے اور رحم کرنے والے ہو جاو اور ان کے امور کے بارے میں دلسوزی سے کام لو جیسے کہ رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں اہل مدینہ وانصار تھے۔ [2]

---

[1] فتح ۲۹

[2] الحویزی، محدث جلیل العلماء البخیر الشیخ عبد علی، مترجم، محمد حسن جعفری، ناشر: پاکستان، منہاج الصالحین، ج ۸، ص ۶۱

تجزیہ:

اس آیت میں غصے اور رحم دونوں کی طرف اشارہ ملتا ہے جس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ غصہ بھی بری صفات میں سے نہیں ہے بلکہ یہ بھی ایک قسم کی خیر ہے کیوں کہ اس سے انسان اپنا اور اپنے ملک و ملت اور دین مبین اسلام کا دفاع کر سکتا ہے۔اس آیت میں ایک لطیف اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ یہ غصہ اپنوں کے لیے نہیں مگر دشمنان اسلام یعنی کفار کے لیے ہونا چاہیے اسی لیے فرمایا کہ ''آپس میں نرم اور کفار کے ساتھ سخت ہیں'' یعنی غصہ دکھانا یا غصہ ہونا وہاں جائز ہے جہاں دین اسلام کی مخالفت کرنے والے لوگ ہوں تو ان سے بچاؤ کے لیے غصہ کرنا بھی درست ہے۔

قرآن کریم کئی جہتوں سے مسلمانوں کے لیے اتحاد کا محور ہے ایک طرف قرآنی تعلیمات تمام انسانوں کے لیے بالعموم اور مسلمانوں کے لیے بالخصوص باعث ہدایت و اتحاد ہیں۔ان میں تفرقے کی مذمت اور گذشتہ اقوام کی تفرقہ آمیز سرگزشت بیان ہوئی ہے جن سے درس لے کر اتحاد کی رسی کو مضبوط بنایا جاسکتا ہے جبکہ دوسری طرف خود اس کتاب کا کلام الٰہی ہونا اور عام مسلمانوں کے نزدیک اس کی حجیت اور قبولیت بھی اتحاد کا اہم عامل ہے یعنی تمام مسلمان اس بات پر بلا تفریق عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ کلام الٰہی ہے اور اس کا احترام و اقبال سب پر فرض ہے اس لیے ضروری ہے کہ اوپر بیان کی گئی آیات میں موجود مفاہیم کو نہ صرف سمجھنے کی کوشش کی جائے بلکہ اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی کی جائے۔

حالات حاضرہ کا جائزہ:

موجودہ دور میں امت مسلمہ کے زوال کے اسباب میں سے ایک تفرقہ بازی ہے کہ جس سے منع کرتے ہوئے خداوند کریم نے فرمایا:

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ[1]

اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں نزاع نہ کرو ورنہ ناکام رہو گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

[1]۔ انفال ۴۶

ہوا کا بگڑ جانا کنایہ ہے جس سے مراد اختلافات کی وجہ سے شان و شوکت کا خراب ہونا ہے اور «أَطِيعُوا اللَّهَ وَ رَسُولَهُ» سے پتہ چلتا ہے کہ اتحاد کا مرکز الٰہی قانون ہونا چاہیے۔[1]

البتہ اسلام صلاحیتوں کے اختلافات اور جائز طریقے سے علمی و عملی میدانوں میں مقابلے بازی کو پسند کرتا ہے جیسا کہ قول معصومؑ ہے:

النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ[2]

لوگ سونے چاندی کے معدنیات کی طرح ہوتے ہیں۔

یعنی: مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ لہذا صلاحیتیں بھی مختلف قسم کی ہوتی ہیں جن کی وجہ سے ایک حد تک اختلاف کا ہونا ضروری ہوتا ہے لیکن اسے دشمنی تک نہیں پہنچنا چاہیے۔

تفرقہ و انتشار قوموں کے لیے موت کا سبب بنتا ہے، انتشار کی حالت جب جسم پر طاری ہوتی ہے تو اس کا نام پہلے بیماری اور پھر موت ہے، اعمال پر طاری ہوتی ہے تو اسے عمل سوء اور عصیان سے تعبیر کیا جاتا ہے اور پھر یہی چیز ہے کہ جب قوموں کی اجتماعی زندگی پر طاری ہوتی ہے تو دنیا دیکھتی ہے کہ اقبال کی جگہ ،ادبار، عروج کی جگہ تسفل، ترقی کی جگہ تنزل، عظمت کی جگہ ذلت، حکومت کی جگہ محکومی اور بالآخر زندگی کی جگہ موت اس پر چھا جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے جا بجا اجتماع کو قومی زندگی کی سب سے بڑی بنیاد اور انسان کے لیے اللہ کی جانب سے رحمت و نعمت قرار دیا ہے۔

خداوند کریم کو مسلمانوں کا اتحاد بہت زیادہ پسند ہے اس لیے تو آپس میں لڑنے والے مؤمنین کے درمیان صلح کروانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ[3]

---

[1]۔ محسن قرائتی، تفسیر نور، ج۳، ص: ۳۳۰

[2]۔ محمد امین الاسترآبادی، (محقق / مصحح: قزوینی، مولی خلیل / فاضلی، علی)، الحاشیة علی اصول الکافی، چاپ: اول، قم: دار الحدیث، ۱۴۳۰، ص: 89؛ محمد حسین ابن قاریاغدی، (محقق/ مصحح: احمدی جلفائی، حمید)، البضاعة المزجاة، چاپ: اول، قم: دار الحدیث، ۱۴۲۹ق- ۱۳۸۷ش، ج۲، ص: ۵۸۱؛ محمد مجذوب تبریزی، (محقق / مصحح: درایتی، محمد حسین و قیصریہ ہا، غلام حسین)، الهدایا لشیعة ائمة الهدی، چاپ: اول، قم: دار الحدیث ۱۴۲۹ق ۱۳۸۷ش، ج۱، ص: ۲۸۴

[3]۔ حجرات/۱۰

مومنین تو بس آپس میں بھائی بھائی ہیں، لہٰذا تم لوگ اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور تاریخ گواہ ہے جب تک مسلمان متحد رہے تو پوری دنیا پہ چھائے رہے، لیکن جب سے آپس کے اختلافات میں پڑ گئے تو زوال پذیر ہونا شروع ہو گئے۔

حضرت علیؑ نہج البلاغہ میں اتحاد کے فوائد اور اختلافات کے نقصانات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانُوا حَيْثُ كَانَتِ الْأَمْلَاءُإِ مُجْتَمِعَةً وَ الْأَهْوَاءُ مُؤْتَلِفَةً وَ الْقُلُوبُ مُعْتَدِلَةً وَ الْأَيْدِي مُتَرَادِفَةً وَ السُّيُوفُ مُتَنَاصِرَةً وَ الْبَصَائِرُ نَافِذَةً وَ الْعَزَائِمُ وَاحِدَةً أَ لَمْ يَكُونُوا أَرْبَاباًإِ فِي أَقْطَارِ الْأَرَضِينَ وَ مُلُوكاً عَلَى رِقَابِ الْعَالَمِينَ فَانْظُرُوا إِلَى مَا صَارُوا إِلَيْهِ فِي آخِرِ أُمُورِهِمْ حِينَ وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ وَ تَشَتَّتَتِ الْأُلْفَةُ وَ اخْتَلَفَتِ الْكَلِمَةُ وَ الْأَفْئِدَةُ وَ تَشَعَّبُوا مُخْتَلِفِينَ وَ تَفَرَّقُوا مُتَحَارِبِينَ وَ قَدْ خَلَعَ اللَّهُ عَنْهُمْ لِبَاسَ كَرَامَتِهِ وَ سَلَبَهُمْ غَضَارَةَ نِعْمَتِهِ--- جَمَعَ عَلَى دَعْوَتِهِ أُلْفَتَهُمْ كَيْفَ نَشَرَتِ النِّعْمَةُ عَلَيْهِمْ جَنَاحَ كَرَامَتِهَا وَ أَسَالَتْ لَهُمْ جَدَاوِلَ نَعِيمِهَا وَ الْتَفَّتِ الْمِلَّةُ بِهِمْإِ فِي عَوَائِدِإِ بَرَكَتِهَا فَأَصْبَحُوا فِي نِعْمَتِهَا غَرِقِينَ وَ فِي خُضْرَةِ عَيْشِهَا فَكِهِينَ [فَاكِهِينَ]إِ قَدْ تَرَبَّعَتِإِ الْأُمُورُ بِهِمْ فِي ظِلِّ سُلْطَانٍ قَاهِرٍ وَ آوَتْهُمُ الْحَالُ إِلَى كَنَفِ عِزٍّ غَالِبٍ وَ تَعَطَّفَتِ الْأُمُورُ عَلَيْهِمْ فِي ذُرَى مُلْكٍ ثَابِتٍ فَهُمْ حُكَّامٌ عَلَى الْعَالَمِينَ وَ مُلُوكٌ فِي أَطْرَافِ الْأَرَضِينَ---وَ اعْلَمُوا أَنَّكُمْ صِرْتُمْ بَعْدَ الْهِجْرَةِ أَعْرَاباً وَ بَعْدَ الْمُوَالاةِإِ أَحْزَاباً مَا تَتَعَلَّقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا بِاسْمِهِ ... ؛[1]

گزشتہ امتیں جب تک باہم متحد تھیں ان کے خیالات یک سو اور دل یکساں تھے اور ان کے ہاتھ ایک دوسرے کو سہارا دیتے اور تلواریں مدد گار تھیں، ان کی بصیرتیں تیز اور ارادے متحد تھے، تو اس وقت وہ اطراف زمین کے فرمانروا اور دنیا

[1]۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۰

والوں کی گردنوں پہ حکمران تھے۔ لیکن جب ان میں پھوٹ پڑ گئی اور یکجہتی درہم برہم ہو گئی، ان کی باتوں اور دلوں میں اختلافات کے شاخسانے پھوٹنے لگے، اور وہ ٹولیوں میں بٹ گئے اور آپس میں لڑنے لگے تو خداوند عالم نے عزت و بزرگی اور خلافت کا لباس ان کے جسم سے اتار لیا اور نعمتوں کی آسائشیں ان سے چھین لیں۔۔۔ پھر خداوند عالم نے انہیں (لوگوں کو) ایک مرکز (پیغمبر اکرم ﷺ اور اسلام) پہ جمع کر دیا اور خوشحالی نے اپنے پر و بال پھیلا دیے اور ان کے لیے بخشش و فیضان کی نہریں بہا دیں اور شریعت نے انہیں اپنی برکت کے بے بہا فائدوں میں لپیٹ لیا۔ چنانچہ وہ اس کی نعمتوں میں شرابور اور اس کی زندگی کی تر و تازگیوں میں خوشحال اور ایک مسلط فرمانروا (اسلام کے زیر سایہ ان کی زندگی) کے تمام شعبے (نظم و ترتیب سے) قائم ہو گئے۔ وہ تمام جہان پر حکمران اور زمین کی پنہائیوں میں تخت و تاج کے مالک بن گئے۔۔۔ جان لو! کہ تم (جہالت و نادانی) کو خیر باد کہنے کے بعد پھر صحرائی بدو بن گئے ہو اور باہمی دوستی کے بعد پھر مختلف گروہوں میں بٹ گئے ہو اور تمہارا اسلام سے فقط نام کا تعلق رہ گیا ہے۔

اور واقعاً مسلمانوں کے ساتھ ایسا ہی ہوا ان کی قومی زندگی کے عروج کا اصلی دور وہی تھا جب ان کی قومی و انفرادی، مادی و معنوی، اعتقادی و عملی زندگی پر اتحاد کی رحمت طاری تھی اور ان کے تنزل و پستی کی اصل بنیاد اس وقت پڑی جب اتحاد کی جگہ انتشار کی نحوست چھانی شروع ہو گئی۔

ابتدا میں ہر مادہ مجتمع تھا، ہر طاقت سمٹی ہوئی، ہر چیز بندھی ہوئی تھی۔ لیکن بتدریج تفرقہ و انتشار کی ایسی ہوا چلی کہ ہر بندھن کھلا۔۔۔ ہر جماؤ پھیلا اور ہر ملی جلی اور اکٹھی طاقت الگ الگ ہو کر منتشر اور تتر بتر ہو گئی۔ یہ حالت ہر چیز اور ہر گوشہ وجود و عمل پر طاری ہوئی اور ایک ہزار برس پر تین چار صدیاں بھی گذر چکی ہیں کہ برابر طاری ہو رہی ہے اور بڑھتی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے آج بھی زوال میں پڑے ہوئے ہیں۔

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ تفرقے نے مسلمانوں کے عروج کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ تفرقے کی بہت سی مثالیں ذکر کی جا سکتی ہیں مثلاً: طلحہ و زبیر کا حضرت علیؑ کی حکومت کے خلاف قیام کرنا جس

کے نتیجے میں جنگ جمل کا ہونا۔[1] اسی طرح معاویہ کا حضرت عثمانؓ کے قتل کے بہانے سے حضرت علیؑ کی حکومت کے خلاف جنگ صفین کر کے کئی مسلمانوں کا خون بہا کر اسلامی حکومت کو کمزور کرنا۔[2] انؑ کی حکومت سے اختلافات کر کے اپنی ناحق و باطل حکومت کو مستحکم رکھنے کے لیے روم کے عیسائیوں کو بیت المال (جو مسلمانوں کا مال ہے) میں سے بہت بڑی رقم کو سالانہ خراج کے طور پر دیتا تھا اس رقم کے بارے میں ہے: کہ ۳۰ ہزار سونے کے سکے، ۸۰۰ عیسائی قیدی اور ۸۰۰ بہترین عربی نسل کے گھوڑے دیتا تھا۔[3]

جنگ صفین میں جب لشکر شام نے قرآن نیزوں پہ بلند کیا تو حضرت علیؑ کے لشکریوں نے حضرتؑ کو جنگ روکنے پہ مجبور کر دیا اور دونوں لشکروں میں سے ایک ایک حکم (ثالث) بنا کر فیصلہ کرنے کی تجویز پیش کی جس کے بعد ایک گروہ خوارج کے نام سے اٹھ کھڑا ہوا جن کا کہنا تھا کہ امیر المؤمنینؑ نے ثالث والی بات کو قبول کر کے گناہ کیا ہے لہذا اس پہ توبہ کریں اور "لاحکم الا للہ؛ دنیا میں خدا کے سوا کسی کو بھی حکومت کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔" کا نعرہ بلند کیا۔ یوں آخر کار امیر المؤمنینؑ کی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے جس کے نتیجے میں جنگ نہروان ہوئی۔[4]

پھر بنو امیہ و بنو عباس کا حکومت کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے جنگ کرنا۔[5] اسی طرح اندلس میں جو اسلامی حکومت تھی وہاں بھی مسلمانوں کی شکست کے اہم اسباب میں سے ایک اختلاف و تفرقہ رہا ہے جس کے بارے میں نقل ہوا ہے:

> اندلس میں دو عربی قبائل مضری و قحطانی کی مسلسل آپس میں لڑائی جاری رہی اور جس گروہ کو قدرت حاصل ہوتی وہ دوسرے پہ ظلم کرتا، اگر کوئی شخص صلح اکی کوشش کرتا تو اسے بھی قتل کر دیا جاتا جیسا کہ ایک شخص نے مسجد قرطبہ میں اس

---

[1] ۔ محمد بن محمد مفید، الجمل والنصرة لسید العترة فی حرب البصرة، ص: ۲۲۶؛ جعفر حسین، مفتی، سیرت امیر المؤمنینؑ، ج۱، ص۵۱۵

[2] ۔ علی بن حسین مسعودی، (مترجم: نجفی، محمد جواد)، ترجمہ إثبات الوصیة، چاپ: دوم، تہران: اسلامیہ، ۱۳۶۲ش، ص۲۷۱

[3] ۔ علی اکبر حسنی، تاریخ تحلیلی و سیاسی اسلام، چاپ: نہم، تہران: دفتر نشر فرہنگ اسلامی، ۱۳۸۵ش، ج۱، ص۴۸۵

[4] ۔ علی بن حسین مسعودی، إثبات الوصیة، ص۲۷۱؛ جعفر حسین، مفتی، سیرت امیر المؤمنینؑ، ج۱، ص۶۳۶

[5] ۔ عقیقی بخشایشی، تاریخ زندگی پیشوایان معصوم (ع) چہاردہ نور پاک، چاپ: سوم، قم: دفتر نشر نوید اسلام، ۱۳۸۸ش، ص۵۰۳

لڑائی کے حوالے سے دعا کرتے ہوئے صرف اتنا کہا: "خدایا ہمارے درمیان صلح و امن قائم فرما" تو اسے فوراً قتل کر دیا گیا۔[1]

پانچویں ہجری کے آغاز سے اندلس میں ۲۶ چھوٹی چھوٹی مستقل حکومتیں بن چکی تھیں۔[2] ان میں سے ہر ایک اپنی قدرت بڑھانے کی کوشش کرتے ہوئے دوسری حکومت سے لڑائی کرتا یہاں تک کہ عیسائیوں کو اپنا مددگار بنانے کے لیے انہیں ٹیکس دیتے اور وہ بھی اپنی سابقہ شکست کا بدلہ لینے کے لیے ان کی مدد کرتے جیسے: مامون (حاکم بلنسیہ) وابن ھود (حاکم سرقسطہ) کے درمیان جب جنگ ہوئی تو مأمون نے شکست کھائی جس کے بعد اس نے «فرناند» نامی عیسائی بادشاہ سے مدد مانگی کہ اگر میں ابن ہود پہ غالب آگیا تو تمہیں مال دوں گا جس پہ اس نے مدد کی تو مأمون فتح یاب ہو گیا۔

دوسری جانب ابن ہود نے شکست کھانے کے بعد اسی بادشاہ کو کچھ ہدیے بھیجے اور اس سے مدد کا تقاضا کیا جس پہ اس نے ابن ہود کا ساتھ دینا شروع کر دیا اور یوں عیسائیوں کی لگائی بجھائی کی وجہ سے یہ جنگ ۳ سال تک طول کھینچ گئی۔[3] یوں مسلمانوں نے آخر کار اپنے اندرونی اختلافات کی وجہ سے اندلس کو کھو دیا۔

مسلم حکومتوں کے اندر ہمیشہ اختلافات رہے ہیں جیسے: طاہر بن حسین مأمون رشید کی فوج کا کمانڈر تھا لیکن پھر نیشاپور کو دارالحکومت قرار دے کر طاہریان کی حکومت بنا کر بنو عباس کی حکومت سے جدا ہو گیا۔[4]

اسی طرح یعقوب بن لیث صفاری نے بنو عباس کی حکومت کی کمزوریوں کو دیکھ کر جنوب ایران میں قیام کر کے صفاریوں کی حکومت بنالی۔[5] ایسے ہی سامانی حکومت کے بانی بنو عباس کے دور میں ماوراء النہر کے علاقے کے حاکم تھے لیکن پھر قیام کر کے اپنی مستقل حکومت بنالی۔[6]

۱۔ http://www.tahoor.com

۲۔ http://pelagus.mihanblog.com

۳۔ mihanblog.com

۴۔ محمد سہیل طقوش، (مترجم: حجت اللہ جودکی)، دولت عباسیان، چاپ ششم، قم: پژوہشگاہ حوزہ ودانشگاہ، ۱۳۹۰ش، ص ۲۳۹

۵۔ ایضاً، ص ۲۴۱

۶۔ ایضاً، ص ۲۴۵

اسی طرح مسلمانوں کے اختلاف و تفرقے کی ایک مثال تیسری صلیبی جنگ ہے: جس میں صلاح الدین ایوبی نے تنہا یورپیوں کا مقابلہ کیا اور مسلم حکومتوں کی طرف سے کوئی مدد نہ پہنچی خصوصاً بغداد کے خلیفہ نے مدد نہ کی جس کی وجہ سے انہوں نے فقط بیت المقدس کا دفاع کیا اور عکہ شہر کو نہ بچا سکے جسے عیسائیوں نے تباہ کر دیا اور اہل شہر کو پہلے امان دے کر پھر قتل کروا دیا۔[1] لہٰذا اس طرح کے مسلم حکمرانوں کے اختلافات اور پھر ہر ایک کا اپنی طاقت میں اضافے کے لیے دوسروں سے لڑنا جھگڑنا غیر مسلموں کی طاقت کے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔

موجودہ دور کے مسلمانوں کا تو ایک دوسرے سے زیادہ کفار سے اتحاد ہے۔ مسلم حکمرانوں کا دوسرے مسلمانوں کے مفاد سے زیادہ اپنے ذاتی اور استعماری مفادات کے لیے فکر مند ہونا بھی تفرقے کا موجب ہے۔[2]

نتیجہ:

اوپر بیان کیے مطالب سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مسلمان چاہے جس بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں انھیں آپس میں متحد ہو کر رہنا چاہیے کیوں کہ راستے مختلف ہی کیوں نہ ہو منزل ایک ہی ہے۔ آخر کار ہمیں ایک ہی خدا اور ایک ہی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹ کر جانا ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ ان کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے وحدت اتحاد اسلامی کو نہ صرف خود اپنائیں بلکہ اپنے معاشرے میں بھی اس کو رائج کریں۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس کار خیر پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

---

[1]۔ https://ur.wikipedia.org/wiki

[2]۔ http://urdu.shafaqna.com